مسلمانوں کا باہمی تعلق ، ایمان کی بنیاد

جھوٹ ، بددیانتی اور دھوکہ تو منافقین کی نشانیاں ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے اس ملک میں منافقت کا جو پودا لگایا اور اس کی آبیاری کرتے رہے، اب وہ ایک تناور درخت بن چکا ہے اور اس نے کڑوے کسیلے پھل دینے شروع کردیئے ہیں۔ گریجویٹوں کی اسمبلی، ان سے بڑوں کی سینیٹ اور پڑھے لکھے لیڈروں کی باہم لڑائیاں، گالی گلوچ اور الزام تراشیاں اور بددیانتی کے عالمی ریکارڈ رکھنے والوں کا اقتدار پر قبضہ اور جھوٹ کا تسلط سب منافقت کی کھلی علامات ہیں۔

ترمذی شریف کی روایت ہے، عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ کی طرف دیکھ کر فرمایا" تیری عظمت اور تیری حرمت کے کیا کہنے لیکن مومن کی حرمت تجھ سے بھی بڑھ کر ہے" آج ہمارے ملک میں اس مومن کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے والے بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان کے دعویدار ہیں۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے " جب 2 مسلمان ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھاتے ہیں تو وہ دونوں جہنم کے کنارے پر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ جب ایک شخص دوسرے کو قتل کرتا ہے تو وہ دونوں جہنم میں داخل ہوجاتے ہیں۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ! قاتل کا معاملہ تو سمجھ میں آتا ہے، مقتول کیوں جہنم میں داخل ہوگا ؟ فرمایا، وہ بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا"

ارشاد باری تعالیٰ ہے" اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً (ناحق) قتل کرے گا تو اسکی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگا، اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہوگی اور اُس نے اس کیلئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے"(النساء 93)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا" جس نے کسی کو (ناحق) قتل کیا بغیر اس کے کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد برپا کیا ہو، اس نے گویا پوری انسانیت کو قتل کردیا" (المائدہ 32) بخاری کی روایت ہے " جب بھی کوئی بے گناہ قتل ہوتا ہے تو اس کے قتل میں سے ایک حصہ آدمؑ کے اس بیٹے کو ملتا ہے (جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا) کیونکہ اس نے سب سے پہلا خون بہایا تھا"

طبرانی کی ایک روایت میں ہے" اگر کسی مسلمان کے قتل میں تمام اہل ارض وسماء بھی شریک ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو منہ کے بل جہنم میں پھینک دے گا" وطن عزیز میں جو لوگ قتل وغارت گری میں ملوث ہیں، جو بے گناہوں کو بموں سے اڑا رہے ہیں اور جنہوں نے یہ فساد برپا کر رکھا ہے، یہ کوئی یہودی اور عیسائی یا ہندو اور سکھ تو نہیں، ہم ہر سازش کا الزام امریکہ کو دے کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کر لیتے ہیں لیکن یہ بھی تو سوچنے کی بات ہے کہ 5 لاکھ لے کر کوڑے کھانے والی اور یہ ڈرامہ رچانے والے ہوں یا جسم کے ساتھ بم باندھ کر بے گناہوں کا قتل عام کرنے والے...... کیا یہ کلمہ گو مسلمان نہیں، کیا یہ اپنے اس خوفناک انجام سے بے خبر ہیں یا مال کے لالچ نے ان کے دلوں اور آنکھوں کو اندھا کردیا ہے۔ کونسا مال اور کتنی دولت جہنم کی آگ کے مول حاصل ہو رہی ہے؟ اگر ہمارے حکمران ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے گانے، ناچ رنگ، ڈرامے دکھانے اور سنانے کے بجائے لوگوں کو مذکورہ خوفناک انجام سے خبردار کریں تو صرف قرآن ہی وہ قوت رکھتا ہے جو دلوں کو بدل سکتا ہے اور پتھر دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوسکتا ہے، ارشاد ربانی ہے" پس قرآن کے ذریعے ان کو سمجھاتے رہو جو میرے وعید (ڈراوے کے وعدوں) سے ڈرتے ہیں" (ق 45) وطن عزیز میں رجوع الی القرآن کی زبردست مہم چلانے کی ضرورت ہے جسے ذرائع ابلاغ کی بھی مکمل پشت پناہی حاصل ہو۔

موجودہ صورتحال یہ ہے کہ اگر داعیانہ جذبہ رکھنے والے کچھ لوگ یا کوئی جماعت اصلاح احوال کی کوشش کرتے ہیں تو ذرائع ابلاغ اس سے کئی گناہ زیادہ بگاڑ اور فساد پھیلا رہے ہیں جس کی وجہ سے اصلاح کی کوششیں بے نتیجہ ثابت ہورہی ہیں اور اسکی تمام تر ذمہ داری حکمرانوں پر عائد ہوتی ہے۔ دور حاضر میں خیر وشر کا سرچشمہ حکومت ہی ہے لہذا جب تک حکمران اپنا قبلہ درست نہیں کر لیتے اصلاح کی کوئی کوشش نتیجہ خیز ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔

نبی رحمت ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان الفت اور محبت کو قائم رکھنے کیلئے ایک ایسا رہنما اصول دیا ہے جس پر عمل پیرا ہوکر مسلمان معاشرہ باہمی ہمدردی اور الفت ومحبت کا پیکر بن سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا " تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کیلئے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے" سبحان اللہ! ہم میں سے کتنے ہیں جن کی رسائی ایمان کے اس معیار تک ہے؟ کیا ایسا کوئی انسان ہے جو اپنی بے عزتی، بدخواہی، اپنے مال وجان کا نقصان، اپنی ذات پر تہمت اور الزام تراشی، اپنی غیبت، چغلی اور اپنی حق تلفی کو پسند کرے گا یا برداشت کرے گا؟ یقیناً نہیں! تو پھر ہم دوسروں کے ساتھ یہ زیادتیاں کر کے مسلمان کیسے ہوسکتے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا" مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمین محفوظ رہیں" ہاتھ اور زبان سے دوسروں کو ایذا اور نقصان پہنچانے والا کس منہ سے اپنے کو مسلمان کہتا ہے؟

بخاری ومسلم کی روایت ہے" میرے بعد کافر نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو" مسلمانوں کا باہمی جنگ وجدال اور ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھانا سراسر کفر ہے۔ کیا ہم اس کفر سے باز آنے کیلئے تیار ہیں؟

ایک دوسرے کو طعنے دینا، غیبتیں کرنا، لگائی بجھائی کرنا، برے گمان کرنا، الزام اور بہتان لگانا، گالی گلوچ کرنا، ایک دوسرے کے خلاف حسد، بغض اور کینہ رکھنا، دھوکہ دینا، بددیانتی اور بدعہدی کرنا، دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا، ظلم اور ناانصافی کرنا، فتنہ اور فساد پھیلانا وہ عوامل ہیں جن سے معاشرے میں بگاڑ اور فساد پیدا ہوتا ہے، گھروں کا سکون برباد ہوتا ہے، رشتے اور تعلقات منقطع ہوتے ہیں اس لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ان ساری برائیوں کو حرام قرار دیا ہے، کیا ہم ان گناہوں سے تائب ہونے کیلئے تیار ہیں؟

غصے پر قابو رکھنا، دوسروں کے قصور معاف کر دینا، پڑوسیوں سے حسن سلوک کرنا، بیواؤں، یتیموں، معذوروں اور محتاجوں کی مدد کرنا، کسی مصیبت زدہ کے کام آنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، بیمار کی عیادت کرنا، ایک دوسرے کو سلام کرنے میں پہل کرنا، تحمل اور بردباری، دوسروں کی پردہ پوشی، صبر اور برداشت یہ وہ اخلاقِ عالیہ ہیں جن سے دلوں میں الفت ومحبت بڑھتی ہے لیکن ہمارا معاشرہ اور ہمارے گھران اعلیٰ اخلاقی صفات کی خوشبو تک سے محروم ہیں، الا ماشاء اللہ۔

خدمت خلق اور ایثار وقربانی اسلامی معاشرے کی امتیازی خصوصیت ہے۔ جنگ یرموک میں ایک پیاسا زخمی اپنے بھائی سے پانی طلب کرتا ہے، جب پانی کا پیالہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو دوسرا زخمی پیاس، پیاس پکارتا ہے، پہلا پیاسا حالت نزع میں اشارہ کرتا ہے کہ پانی میرے دوسرے بھائی کو دیا جائے، اس طرح 5 یا 7 مجاہدین جام شہادت نوش کرتے ہیں اور اپنی ذات پر دوسرے کو ترجیح دینے کی عظیم تاریخی مثال قائم کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کے پاس ایک مہمان آتا ہے، آپ ﷺ کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ

تھی، ایک انصاری صحابیؓ اسے اپنے گھر لے گئے، گھر میں صرف اتنا کھانا تھا جو ایک ہی آدمی کے لئے کافی ہوسکتا تھا، صاحبِ خانہ اپنی اہلیہ سے کہتے ہیں، بچوں کو یونہی بہلا کر سلا دو اور جب میں اور مہمان کھانے کیلئے بیٹھیں گے تو کسی بہانے چراغ بجھا دینا۔ مہمان سمجھے گا میں بھی کھانا کھا رہا ہوں، اس طرح وہ دونوں میاں بیوی بھی بھوکے سوئے بچوں کو بھی بھوکا سلایا اور مہمان نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ دوسرے دن میزبان صحابی نبی کریم ﷺ کے پاس آئے، آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس ایثار کو ایسا شرفِ قبولیت بخشا ہے کہ اس کا ذکر قرآن میں کر دیا ہے "اپنی شدید ضرورت کے باوجود اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں" (الحشر 9) سبحان اللہ! وہ بھی اسی گوشت پوست کے انسان تھے لیکن ان کی ترجیح دنیا نہیں، آخرت تھی اور وہ ہمیشہ رضائے الٰہی کے طالب رہتے تھے جبکہ ہم خواہشات کے اسیر اور دنیا کے حریص ہیں، ہم دوسروں کو دینے کے بجائے ان سے چھینتے ہیں۔ بہن بھائیوں، والدین اور اولاد کے درمیان چھینا جھپٹی ہو رہی ہے، ایسے عالم میں پڑوسیوں اور محتاجوں کو کون پوچھے گا۔

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے دور میں بعض اوقات ایک آدمی پڑوسی کو ہدیہ بھیجتا تھا تو وہ اسے اپنے اگلے پڑوسی کیلئے بھیج دیتا تھا حتیٰ کہ 40 گھروں سے ہو کر وہ ہدیہ اس دینے والے کے پاس واپس پہنچ جاتا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے گھروں میں کئی کئی دن تک چولہا نہیں جلتا تھا، اور تن ڈھانپنے کے لئے جسم پر پورے کپڑے بھی نہ ہوتے تھے، معمولی جھونپڑیوں میں گزر بسر کرتے تھے لیکن ان کے دل غنی اور ظرف بڑا وسیع تھا۔ بخل اور خود غرضی کو وہ قریب نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔ آج ہم لالچی، نفس پرست، خود غرض اور بخیل ہو کر ذلیل ہو رہے ہیں۔

اسوۂ رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو اپنے لئے مشعل راہ بناؤ تو دنیا جنت اور معاشرہ امن وسکون اور الفت ومحبت کا گہوارہ بن جائے گا۔ عفو ودرگزر اور صبر وبرداشت بھی وہ اعلیٰ اخلاقی اوصاف ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے گھروں، خاندانوں اور معاشرے میں امن وسکون اور باہمی الفت محبت کی بہار آ سکتی ہے۔ صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کے مسلمانوں میں یہ صفات بدرجہ تمام وکمال پائی جاتی تھیں۔ آج لوگ بھوک اور بیماری کی وجہ سے خودکشی کے ذریعے حرام موت مر رہے ہیں۔ اگر صحابہ کرامؓ ایسا کرتے تو آدھی سے زیادہ آبادی خودکشی کر لیتی لیکن ہمیں ایسا ایک بھی واقعہ تاریخ میں نہیں ملتا۔ ہم لوگ دینی تعلیمات سے ناآشنا اور مقصد حیات سے غافل ہیں۔ کوئی ہے جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیمات اور مقصد حیات سے روشناس کرائے؟

شعب ابی طالب میں خاندانِ بنو ہاشم کے بچے دودھ اور پانی کیلئے ترستے تھے اور بڑوں نے درختوں کے پتے بھی کھائے تھے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں نے ان تکلیفوں کو برداشت کیا۔ مکہ میں صحابہ کرامؓ نے مشرکین کے مظالم کو جس صبر واستقامت سے برداشت کیا وہ ہماری تاریخ کا سنہری باب ہے۔ غصہ اور جھنجھلاہٹ، تلوّن مزاجی اور انتقامی طبیعت معاشرے کے سکون کو برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے: غصہ وہ آندھی ہے جو دماغ کے چراغ کو بجھا دیتا ہے غصہ ہمیشہ شیطان کی اکساہٹ سے آتا ہے اسلئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب غصہ آئے تو وضو کر لیا کرو، پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** بھی پڑھنا چاہئے۔ غصے کی حالت میں اول فول بکنا یا بیوی کو طلاق دے کر غصہ ٹھنڈا کرنا یہ بہادری نہیں، انتہائی بزدلانہ حرکات ہیں۔ سب سے

بڑی بہادری غصے کو قابو میں رکھنا ہے۔ کسی سے غلطی سرزد ہو تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے۔ اگر کسی بندے کے ساتھ زیادتی کی ہے تو اس سے معذرت کر لی جائے اور جب کوئی بندہ معذرت کر لے تو دوسرے کو چاہیئے کہ معاف کر دے۔ نبی کریم ﷺ نے اہل مکہ کے قصور معاف کر دیئے تھے۔ بیہقی کی روایت ہے کہ موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا" تیرے نزدیک تیرے بندوں میں سب سے زیادہ عزیز کون ہے؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا" وہ بندہ جو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے" نبی کریم ﷺ نے فرمایا" میں اس شخص کیلئے جنت کے وسط میں گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا ختم کرنے کیلئے اپنے حق سے دستبردار ہو جائے" (ترمذی)

ارشاد ربانی ہے" لوگوں کو چاہیئے کہ وہ عفو و درگزر سے کام لیں (یعنی دوسروں کے قصور معاف کر دیا کریں)، کیا تم لوگ پسند نہیں کرتے ہو کہ اللہ تمہیں معاف کر دے، اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے" (النور 22) اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، معاف کرنا وہ بندوں کی اس صفت کو بھی پسند فرماتا ہے۔ انتقام لینے والوں سے وہ نفرت کرتا ہے اور معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اہل ایمان کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ غیظ و غضب کو قابو میں رکھتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں (القرآن)

قریبی رشتہ داروں اور عزیزوں سے معمولی اختلافات کی بناء پر تعلقات کو توڑ ڈالنا بہت بڑا گناہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ" قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا" اور ارشاد فرمایا" کسی کیلئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے 3 دن سے زیادہ ناراضگی رکھے" اور فرمایا" وہ شخص افضل و بہتر ہے جو سلام میں پہل کرے" یعنی ناراضگی ختم کرنے میں پہل کرے۔ ہمارے معاشرے میں معافی مانگنا، کمزوری اور توہین سمجھا جاتا ہے جبکہ یہ صفات اللہ کریم کو بہت پسند ہیں۔ جب ایک شخص معذرت کرے تو دوسرے کو اسے قبول کرنا چاہئے، حیلوں بہانوں سے دوسروں کی معذرت کو رد کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ "جس نے اپنے بھائی سے کسی قصور پر معذرت کی اور دوسرے نے اسکی معذرت قبول نہ کی تو اس پر اتنا گناہ ہے جتنا ناجائز محصول وصول کرنے والے پر اس ظلم کی وجہ سے ہوتا ہے"

طبرانی کی ایک روایت ہے کہ " جو دوسرے کی معذرت قبول نہ کرے گا وہ قیامت کے دن میرے حوض تک نہ پہنچ سکے گا" کتنی بڑی محرومی ہے، کیا اس سے بڑی محرومی کا بھی تصور کیا جا سکتا ہے کہ ایک بندہ قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ کے حوض کوثر سے محروم رہے۔

میں نے اس مضمون میں قرآن و سنت، اسوۂ رسول ﷺ اور صحابہ کرام کے طرز عمل کی روشنی میں وہ رہنما اصول پیش کرنے کی کوشش کی ہے جن پر عمل پیرا ہو کر ہمارے گھروں، خاندانوں اور معاشرے میں باہمی الفت و محبت کی وہ بہار واپس لوٹ سکتی ہے جس سے ہم محروم ہو کر بے شمار مسائل و مصائب کا شکار ہو چکے ہیں۔ ساتھ ہی اس بات کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ وہ اخلاق رزیلہ اور برے افعال جو دلوں میں کدورت اور عداوت ڈالنے کا ذریعہ بنتے ہیں ان کا بھی کچھ ذکر ہو جائے تا کہ جس کو اللہ توفیق دے وہ ان برائیوں سے بچ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے، آمین۔